۶۴واں باب

چیونٹیوں کا قصہ

سُوْرَۃُ النَّمْل

۲۲۱ آغازِ کلام

۲۲۲ فرعون کا تکبر اور سرکشی

۲۲۳ سلیمان علیہ السلام کی وسیع حکومت

۲۲۵ ملکہ سبا کی بے لاگ حق پرستی

۲۲۷ نحوست کا شکار قوم ثمود

۲۲۸ قومِ لوط کی ہم جنس پرستی

۲۳۱ شرک کی تغلیط پر دعوتِ غور و فکر

۲۳۴ اہلِ مکہ کا اصل مرض، انکارِ آخرت

۲۳۴ اہلِ مکہ پر اتمامِ حجت

۲۳۵ قیامت کا منظر

۲۳۷ سورۃ کے اختتام پر دعوت کا خلاصہ

۶۴واں باب

چیونٹیوں کا قصہ

وقت کسی کے لیے نہیں رُکتا، چھٹا سالِ نبوت اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہا ہے، اہلِ مکہ نے گھر آئی نعمت کی قدر نہیں کی ہے اور دین حق اور رسول اللہ ﷺ کے دشمن ہو گئے ہیں۔ نبیوں کی تاریخ میں جب بھی کوئی نبی آیا، تو اُس نے اپنی تذکیر اور وحی الٰہی کے بیان سے حق کو اس طرح واضح اور مبرہن کیا کہ اُس کی رسالت پر ماحول کا ذرہ، ذرہ گواہی دینے لگتا ہے، جنھوں نے انکار کیا، شرارتِ نفس، کی بنا پر کیا یا دنیاوی مفادات کے ضائع ہونے کے ڈر سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے کہ جب بھی کوئی رسول آیا تو معاشرے کے بااثر لوگ [صاحبانِ اقتدار، صاحبانِ سرمایہ اور مذہب کے اجارہ دار] ہمیشہ مخالفت میں سب سے پہلے آگے آجاتے ہیں اور اپنے متبعین عوام کالانعام کو دینِ حق سے دور رکھنے کے سارے جتن کر ڈالتے ہیں۔

آپ مکے کے حالات پر نظر ڈالیے آج کل (چھٹے سالِ نبوت میں) بظاہر اقتدار منکرین حق، قریش کے سرداروں کے ہی پاس ہے لیکن گزرے ساڑھے پانچ، پونے چھ برسوں میں ہر گزرتے دن کے ساتھ نہ صرف اخلاق اور دلیل کے میدان میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو برتری ملتی چلی گئی، بااثر افراد دائرہ اسلام میں شامل ہوتے اور ماحول اسلامیان کے حق میں جُھکتا چلا گیا۔ اس ضمن میں سیّدنا حمزہ اور عمر رضی اللہ عنہما کا دائرہ ایمان میں داخل ہونا اور نجاشی کا حبشہ میں مسلمانوں کو عزت کے ساتھ پناہ دینا، مسلمانوں کا مکہ میں اعلانیہ کعبے میں عبادت کرنا اور تلاوتِ قرآن کرنا اور سب سے بڑھ کر خود قرآن کا ناقابلِ تردید استدلال کا ایک ڈھیر لگا دینا؛ وہ امور تھے جن کے باعث قریش کو آنے والے دور میں اپنی قیادت اور گزشتہ دو صدیوں میں تشکیل دیے گئے خود ساختہ نظام کو بچانا ایک مشکل امر، مشکل تر نہ سہی، پیچیدہ تر ضرور ہوتا نظر آرہا تھا۔ اُن کے نزدیک مسئلے کا یقینی حل محمد (ﷺ) کو کسی طرح رستے سے ہٹانا یا اُن (ﷺ) کا قتل تھا، اس حل کو اختیار کرنے میں ایک طویل خانہ جنگی کا احتمال تھا جو خود اُس قیادت اور نظام کو ختم کرنے کی یقینی وجہ بن سکتی تھی جس کو بچانے کے لیے یہ رستا اختیار کیا جاتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی، خاتم النبیین ﷺ کو ایک خاص حکمت کے ساتھ اور ماحول کو ایک نئے انقلاب کے لیے بالکل سازگار بنا کر بھیجا تھا۔ قریش پھنس گئے

تھے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا! اس صورتِ حال میں جبریل امینؑ سُوْرَۃُ النَّمْل لے کر تشریف لائے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

۷۵: سُوْرَۃُ النَّمْل [۲۷ — ۱۹: وَقَالَ الَّذِیْنَ، ۲۰: أَمَّنْ خَلَقَ]

آغازِ کلام: سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی کے نزول کے ساتھ ہی قرآن نے اتمامِ حجت کے مرحلے کا آغاز کر دیا تھا، سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْن اس کا بالکل واضح اعلان تھا لیکن اس مرحلے کے اختتام کے ساتھ، ہجرت کی تیاری کے مرحلے سے قبل، قرآن کو دلائل کا ایک انبار لگانا باقی تھا تاکہ رہتی دنیا تک جاہلیت کے لیے اور مشرکانہ تہذیب کے لیے دلیل کے میدان میں کوئی جگہ باقی نہ رہے۔ مگر قرآن کی رہنمائی سے صرف وہی لوگ فیض یاب ہو سکتے تھے اور اس کام یابی کی بشارتوں کے وہی مصداق بن سکتے تھے جو ان حقیقتوں کو تسلیم کریں اور پھر اپنی زندگیوں کو اُن احکامات اور اصولوں کے تابع کر لیں جن کو یہ کتاب پیش کر رہی تھی، ان اُصولوں میں سب سے پہلا یہ تھا کہ آخرت کو تسلیم کیا جائے اور اُس کی تیاری کی جائے[۱۵۹]؛ انکارِ آخرت انسان کو غیر ذمہ دار اور غرض کا بندہ بنا کر اسفل السافلین جانوروں میں شمار کر دیتی ہے۔ اس حقیقت کے بیان کے ساتھ یہ سُوْرَۃُ النَّمْل شروع ہوتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ، یہ طٰسٓ ہے، ایک واضح کتاب، قرآن مجید کی آیات [اجزا] ہیں، ہدایت اور بشارت لیے ہوئے ایسے ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز کا خوب اہتمام کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور وہی ہیں جو آخرت پر پُورا یقین رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے اُن کے لیے اُن کے کرتُوتوں کو اُن کی نگاہوں میں خوش نما بنا دیا ہے، بس وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے دنیا میں بھی بُری سزا ہے اور آخرت میں یہی سب سے زیادہ نقصان میں رہنے والے ہوں گے۔ اور اے محمدؐ! بلاشبہ تم تک یہ قرآن ایک حکیم و علیم ہستی کی طرف سے پہنچایا جا رہا ہے۔..................................[مفہوم آیات ۱تا۶]

---

۱۵۹ اُس تیاری کا پہلا جزیہ ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ نماز کی پابندی کی جائے اور اللہ کے دیے ہوئے مال و اسباب میں سے اللہ کی خوش نودی کے لیے دل کھول کر خرچ کیا جائے، ہم دیکھیں گے کہ سات سال بعد جب سورہ بقرہ نازل ہوگی تو وہ بھی اس کتاب سے استفادے کے لیے اسی شرط کا اعادہ کرے گی۔.........هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ [سُوْرَۃُ البَقَرَۃ]

ابتدائی کلمات میں قریش کے اور قیامت تک آنے والے تمام جاہلی معاشروں کے اصل مرضِ گم راہی، انکارِ آخرت پر انگلی رکھنے کے بعد، اہلِ مکہ کو پانچ گزری ہوئی قوموں کا حال سنایا جارہا ہے، تاکہ وہ اُن کے رَوّیوں کا مطالعہ کریں اور اُن کے انجام پر غور کریں اور دیکھیں کہ وہ خود کہاں کھڑے ہیں۔ تاریخ کے جن پانچ حوالوں سے نصیحت کی گئی ہے وہ ہیں:

۱. فرعون کا تکبر اور سرکشی
۲. سلیمان علیہ السلام کی وسیع حکومت
۳. ملکہ سبا کی بے لاگ حق پرستی
۴. نحوست کا شکار قومِ ثمود
۵. قومِ لوط کی ہم جنس پرستی

فرعون کا تکبر اور سرکشی

اہلِ مکہ کو یاد دلایا جارہا ہے کہ کس طرح موسیٰ علیہ السلام کو نبوت ملی، اچانک، بلا مانگے، بغیر کسی پیشگی اعلان اور تقریب کے کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کو فرشتے اُترتے اور کتاب لاتے نظر آتے! تم جو اس طرح کے مطالبے[۱۶۰] کر رہے ہو بالکل بے جا ہیں، موسیٰ علیہ السلام کو نبوت تو اس سے بھی زیادہ سادگی سے ملی تھی[۱۶۱]۔ یہ آیات مخالفین کو ایک بڑے غیر محسوس طریقے سے سمجھارہی ہیں کہ اللہ کے نبی ایک انسان ہی ہوتے ہیں مگر اللہ کی پشت پناہی اُنھیں حاصل ہوتی ہے جس کے سہارے وہ فراعینِ وقت سے ٹکرانے کی ہمت رکھتے ہیں اور ہر آن اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں، اے قریش کے لوگو، تم اُس زبردست تہذیب و تمدن کے حکم ران [فرعون] کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہو۔ ہم نے رسولوں کے انکار اور اُن کے خلاف چالوں کی پاداش میں فرعونیوں کو غرقاب کردیا تھا، یہ

---

۱۶۰ قریش کے سرداروں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشست، اس میں اُن کی جانب سے مطالبات، اُس کے بعد اُن کی بے ہودہ بکواس کی تفصیل دیکھیے کتاب کی اسی جلد میں صفحہ ۱۳۵ تا ۱۴۰۔

۱۶۱ قرآن کا یہ بیان ایسا نہ تھا کہ اِسے خاموشی سے سن لیا جاتا، قریب ہی مدینے میں یہودی موجود تھے جن سے اِن باتوں کی تصدیق چاہی جاتی تھی اور نبی کی حقّانیت کے امتحان کے لیے اُن سے سیکھ سیکھ کر طرح طرح کے سوالات کیے جاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس بیان اور اس کے بعد آنے والے واقعات میں اگر کوئی بات خلافِ واقعہ یا من گھڑت ہوتی تو قریشِ مکہ خوب ڈھنڈورا پیٹتے جو آج تک پیٹا جارہا ہوتا۔

آیات ایک پوشیدہ پیغام رکھتی ہیں، انکار پر مُصِر اور سازشوں پر آمادہ لوگو! باز آجاؤ، تم کیا ہو؛ کیا پدی، کیا پدی کا شوربہ!

اے محمدؐ! اپنے مخاطبین، اِن اہلِ مکہ کو وہ قصہ یاد دلاؤ جب موسیٰؑ نے مدین سے واپسی کے سفر میں اپنے گھر والوں سے کہا: میں نے آگ سی دیکھی ہے، میں وہاں جاکر موجود لوگوں سے رستے کی کوئی خبر لاتا ہوں یا کوئی سلگتا ہوا انگارا ہی لے آؤں تاکہ تم اُسے تاپ سکو۔ جب وہاں پہنچا تو آواز آئی: مبارک ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور جو اِس کے ارد گرد ہے۔ پاک ہے اللہ، سارے عالم کا پروردگار۔ اے موسیٰؑ، یہ تو میں ہوں، اللہ، زبردست اور دانا! [مفہوم آیات ۷ تا ۹]

اور اپنی لاٹھی تو ذرا زمین پر ڈال کر دیکھو! موسیٰؑ نے ایسا ہی کیا تو دیکھا کہ لاٹھی بل کھا رہی ہے، گویا سانپ ہے، پس وہ پلٹ کر بھاگا اور پیچھے مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ہم نے آواز دی، اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ میرے حضور رسُولوں کو کوئی ڈر نہیں ہوتا، مگر یہ کہ کسی سے کوتاہی سرزد ہو۔ پھر اگر بعد از خطا اُس نے نیکی سے اُس کی تلافی کرلی تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور تم اپنا ہاتھ تو اپنے گریبان میں ڈالو۔ وہ بغیر کسی مرض یا تکلیف کے سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ اِن دو سمیت نو [۹] نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اُس کی قوم کی طرف ایک اللہ کی کبریائی منوانے کے لیے ہمارے نمایندے بن کر جاؤ، وہ بڑے ہی نافرمان ہیں۔ جب آنکھیں کھول دینے والی ہماری نشانیاں فرعونیوں کے سامنے رکھیں تو وہ بولے کہ یہ تو صاف جادُو گری ہے۔ انھوں نے تکبر کی بنا پر سراسر زیادتی کی حالاں کہ دل اندر سے تو قائل ہو چکے تھے۔ چناں چہ غرقِ آب کر دیے گئے، اے اہلِ مکہ دیکھ لو کہ مفسدوں کا کیسا برا انجام ہوا۔۔۔
....[مفہوم آیات ۱۰ تا ۱۴]

سلیمان علیہ السلام کی وسیع حکومت

اب سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ ہے، جن کی وسیع حکومت اور جن کے انسانوں، جنوں اور حیوانات پر قدرت حاصل ہونے کے قصے اہلِ مکہ سنتے آئے تھے۔ اہلِ مکہ کو ایک انداز سے سمجھایا جا رہا ہے کہ سلیمانؑ جیسے عظیم فرماں روا نے کبر و غرور کا راستا اختیار نہیں کیا بلکہ اللہ کے آگے اپنی ہر کامیابی اور اپنی طاقت اور سلطنت کی وسعت کے ہر مظہر پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ کی کبریائی کا اعتراف کیا ـــــ تم اپنے روّیے پر تو ذرا غور کرو! اس گفتگو کے ساتھ ہی ملکہ سبا کی حکومت کی اُن کو اطلاع ملتی ہے اور وہ اُسے فرماں برداری اختیار کر کے اپنے پاس حاضر ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ ہدہد نے حاضر ہو کر ملکہ سبا کے بارے میں اطلاع دی۔ جب ہدہد نے سلیمانؑ کو یہ بڑی اہمیت والی خبر سُنائی تو آپ نے اُسے سزا دینے کا ارادہ ترک کر دیا اور ہدہد کے ہی ذریعے اپنا ایک خط ملکہ سبا کو روانہ کیا۔ قرآن مجید یہ ساری بات اجمال کے ساتھ یوں بیان کرتا ہے:

اے اہلِ مکہ اب ذرا موسیٰؑ اور فرعون کے واقعے کے تناظر میں اپنی روش اور اپنے حال پر غور کرنے کے بعد سلیمانؑ کا واقعہ بھی سنو، ہم نے داؤدؑ اور اُن کے فرزند سلیمانؑ کو بڑا علم عطا کیا جس کا اُنھوں نے اعترافِ نعمت یوں ادا کیا کہ: اُس اللہ ہی کا شکر ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہمیں فضیلت عطا کی۔ اور داؤدؑ کا وارث سلیمانؑ ہوا۔ اور اس نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم عطا ہوا ہے اور ہر طرح کی نعمتیں دی گئی ہیں، بلاشبہ یہ بڑا فضل ہے۔ سلیمانؑ کے معائنے کے لیے جن، انسانوں اور پرندوں میں سے اُس کا ایک لشکر ترتیب دیا گیا تھا، جو بڑا ہی نظم وضبط والا تھا۔ ایک مرتبہ کُوچ کے دوران وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچا تو ایک چیونٹی نے اپنے گروہ کو خبر دار کیا کہ: اے چیونٹیو، اپنے اپنے بلوں میں گھُس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمھیں یوں روند ڈالے کہ خود انھیں بھی احساس نہ ہو۔ سلیمانؑ اُس کی بات پر مُسکرا کے ہنس دیا اور دعا کی——— اے میرے رب، مجھے اپنے سامنے عاجزی اور بندگی بجالانے پر سنبھالے رکھ کہ میں تیرے اُن انعامات کا شکر گزار رہوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسے نیک کام کروں جو تجھے پسند ہوں اور تو اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں شمار کرلے۔ ....[مفہوم آیت ۱۵تا ۱۹]

اور سلیمانؑ نے پرندوں کی فوج کا جائزہ لیا تو کہا: کیا وجہ ہے مجھے ہُدہُد نظر نہیں آرہا ہے۔ وہ کہیں موجود ہے یا غیر حاضر ہے؟ اِس عدم موجودگی پر اُسے میرے سامنے مناسب عذر پیش کرنا ہوگا ورنہ میں اسے سخت سزا دوں گا، یا ذبح کرڈالوں گا۔ زیادہ دیر نہ گزری کہ ہُدہُد آگیا، اُس نے سلیمانؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کو نہیں ہیں۔ میں یمن کے قبیلے سَبا کے بارے میں مستند خبر لایا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو لوگوں پر حکمراں پایا، اُس کو ہر طرح کے سامان و وسائل حاصل ہیں اور اُس کا تختِ شاہی بہت ہی بڑا ہے۔...............
....[مفہوم آیات ۲۰تا۲۳]

میں نے اُس خاتون اور اُس کی قوم کو اللہ کے بجائے سُورج کے آگے سجدہ کرتے پایا، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہ میں خوش نما بنا دیا ہے اور انھیں صحیح راستے سے گم راہ کر دیا ہے، پس وہ اللہ کا پسندیدہ سیدھا راستا [دینِ اسلام] نہیں پاتے کہ جس پر چل کے وہ لوگ کیوں نہ اُسی ایک اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے جسے تم چھُپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق [اِلٰہ] نہیں، وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ سلیمانؑ نے کہا ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تُم نے سچ کہا ہے یا جھوٹے ہو۔ لو میرا یہ خط ملکہ سبا تک لے جاؤ اور اسے ان لوگوں کے پاس ڈال دینا، پھر الگ ہٹ کر دیکھنا کہ وہ اس خط پر کیسا اظہار کرتے ہیں۔.................................[مفہوم آیات ۲۴تا۲۶]

ملکہ سبا کی بے لاگ حق پرستی

اب تاریخ کے تیسرے حوالے میں، قرآن مجید اپنے مخاطبینِ اول کے سامنے تاریخ عرب کی مشہور و معروف خاتون، ملکہ ٔ سبا کا تذکرہ کرتا ہے، جو ایک دولت مند مشرک قوم پر حکم ران تھی۔ اس کو اللہ نے وہ ساری چیزیں عطا کی تھیں جو کسی بھی انسان کو بڑائی کے دھوکے اور تکبّر میں مبتلا کر سکتی ہیں۔ سرداران قریش کی شان و شوکت اور حکومت کا اُس سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ اپنی قوم پر اپنی سرداری قایم رکھنے کی خاطر ملکہ کے لیے شرک سے باز آکر توحید کو قبول کرنا اور ایک دوسری مملکت کے سربراہ، رسول اللہ سلیمان علیہ السلام کی اطاعت اختیار کرنا اس سے بہت زیادہ مشکل تھا جتنا قریش کے سرداروں کے لیے اپنی ہی قوم کے گلِ سرسبد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرنا ہو سکتا تھا، لیکن جب ملکہ پر حق واضح ہو گیا تو اُس کو نقصانات کے خدشے، پندارِ نفس اور ہاتھ سے جانے والی حکومت کا ڈر قبولِ حق سے نہ روک سکا، وہ بے ساختہ پکار اُٹھی: اے میرے ربّ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا، اور اب میں نے سلیمانؑ کے ساتھ خود کو اللہ ربّ العالمین کے سپرد کر دیا۔ سلسلہ آیات میں یہ قصہ بغیر کسی تذکیری جملے اور کسی تصریح کے ختم ہو جاتا ہے لیکن دلوں کو جھنجھوڑتا ہوا قریش کے سامنے ایک سوال چھوڑ جاتا ہے: اے قریش کے لوگو! کیا تم اُس خاتون سے بھی گئے گزرے ہو؟ کیا تم ایمان قبول نہ کرو گے؟ کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول نہ کرو گے؟

اگلی آیات میں اس واقعے کی تفصیلات ہیں۔ ہدہد سلیمانؑ کا خط لے گیا اور ملکہ کے سامنے ڈال دیا، ملکہ نے اپنے مشیروں سے کہا کہ زمین کے ایک بڑے بادشاہ کی جانب سے فرماں بردار بن کر حاضر ہونے کا حکم بذریعے خط مجھے ملا ہے۔ مجھے رائے دو کہ میں سلیمان کو کیا جواب دوں؟ اُس کے مشیروں نے کہا کہ آپ اس کو ٹھکرا دیں ہم لڑنے کی قوت و مہارت رکھتے ہیں مگر فیصلہ آپ کے ہاتھ

ہے ملکہ نے اپنے مشیروں کی جانب سے جنگ کی تجویز سے صرفِ نظر کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی سے گزرتے ہیں تو شریفوں کو ذلیل کرتے اور بستیاں برباد کر دیتے ہیں لہٰذا میں اُس کا تحائف سے امتحان کرتی ہوں۔ سلیمانؑ نے کہا تمھاری چیزوں کی میرے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے، میں اُن کے حاضر نہ ہونے پر ناراض ہوں۔ سفیر نے یہ پیغام ملکہ تک پہنچا دیا۔ ملکہ نے جواب پا کر سلیمان کی بے غرضی اور بہادری کا اندازہ کر لیا اور اور جنگ کے بجائے سلیمانؑ کے پاس حاضری میں عافیت جانی۔ سلیمان نے ارادہ کیا کہ ملکہ اُن کی سلطنت کا مشاہدہ کرے جو عقل کو حیران کر دیتی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے ملکہ کا تخت بھی پلک جھپکنے میں اُٹھوا کر منگا لیا تاکہ

ملکہ سلیمانؑ کو اللہ کی جانب سے حاصل طاقت و قدرت کا اندازہ کر سکے، ملکہ سے کہا گیا کہ وہ محل میں داخل ہو، وہ لوگ ایک بلند اور وسیع جگہ پر تھے جس کا فرش شیشے کا تھا اور اُس کے نیچے پانی کی نہر رواں تھی۔ باقی تفصیلات آیات کے مفہوم میں مطالعہ فرمائیں۔

ملکہ بولی: اے وزیر و اور مشیر و! میری طرف ایک بڑا اہم خط ڈالا گیا ہے۔ یہ مراسلہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور وہ یوں ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ [۱۶۲] میرے سامنے سرکشی نہ دکھانا، فرماں بردار بن کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ ....[مفہوم آیات ۲۷تا۳۱]

سلیمانؑ کا خط سُنا کر ملکہ نے کہا: اے درباریو، مجھے درپیش اِس معاملے میں رائے دو، میں کسی معاملہ کا فیصلہ تمھارے مشورے کے بغیر نہیں کرتی ہوں۔ انھوں نے جواب دیا: ہم طاقت ور اور لڑنے میں مہارت والے لوگ ہیں۔ فیصلہ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ آپ خود غور فرمائیں کہ آپ کو کیا حکم دینا چاہیے۔ ملکہ نے کہا: بادشاہ جب کسی بستی میں در آتے ہیں تو اسے تلپٹ کر کے اُس کے معززین کو رسوا کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ بھی یہی کام کریں گے؛ میں اِن کی طرف تحائف بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ سفیر کیا جواب لاتے ہیں! ....[مفہوم آیات ۳۲تا۳۵]

تو جب ملکہ کا سفیر سلیمانؑ کے ہاں پہنچا تو سلیمانؑ نے کہا: کیا تم لوگ مال سے میری مدد [۱۶۳] کرنا چاہتے ہو؟ اللہ نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمھیں عنایت ہوا ہے۔ یہ تم ہو جو اپنے ہدیوں پر خوش ہو کہ اِن سے کام نکل جائے گا، نہیں، ہرگز نہیں، واپس جاؤ، اُن کے پاس جنھوں نے تمھیں بھیجا ہے اور اُنھیں بتاؤ کہ ہم ان پر ایسی فوج کشی کریں گے کہ وہ مقابلہ نہ کر پائیں گے اور ہم انھیں اُن کی زمین سے ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے۔..[مفہوم آیات ۳۶تا۳۷]

سلیمانؑ نے کہا: اے درباریو، ملکِ سبا کے حکم رانوں کے میرے پاس فرماں بردارانہ یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اس کی ملکہ کا تخت کون میرے پاس لائے گا؟ جِنوں میں سے ایک طاقت ور اور چست جن نے کہا: میں اسے آپ کے پاس دربار برخواست ہونے سے قبل حاضر کر دوں گا، میں اس کام کی قدرت و طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں۔ ایک اور شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا بولا: میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا

۱۶۲ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خط کے سرنامے پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھنا سلیمانؑ کی قابلِ تقلید سنت ہے۔

۱۶۳ مجھے اِن تحفوں سے خریدنا چاہتے ہو کہ میں مال کے لالچ میں تمھاری سرزمین پر اللہ کے کلمے کی سربلندی کے مقصد کو بھول جاؤں!

ہوں، اور ـــــــ سلیمانؑ نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھ لیا۔ سلیمان بے اختیار پکار اُٹھا: یہ میرے ربّ کا فضل ہے، اس لیے کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شاکر بنتا ہوں یا ناشکرا، کافر۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو اپنے فائدے کے لیے ہی شکر کرتا ہے، اور جس کسی نے ناشکری کی تو جان لو کہ میرا رب بڑا بے نیاز بزرگ ہے۔..........
....[مفہوم آیات ۳۸ تا ۴۰]

سلیمانؑ نے حکم دیا: اِس کے تخت کی بناوٹ میں کچھ کمی بیشی کر دو، دیکھیں وہ اُسے پہچانتی ہے یا کم یاد داشت اور کم ذہانت والے لوگوں میں سے ہے۔ پس جب ملکہ آئی تو اس سے پوچھا کہ کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ اُس نے جواب دیا: یہ تو گویا وہی ہے! ہم تو پہلے ہی آپ لوگوں کی طاقت و قدرت کو مان گئے تھے اور ہم نے فرماں برداری [surrender] اختیار کر لی تھی۔ اُس کو اللہ پر ایمان لانے سے اُن چیزوں کی عبادت نے روک رکھا تھا جنھیں وہ اللہ کے سوا پُوجتی تھی، وہ ایک کافر قوم سے تھی۔..........................[مفہوم آیات ۴۱ تا ۴۳]

جب اُس سے محل میں چلنے کے لیے کہا گیا، اور محل کے سامنے کے فرش کو اُس نے پانی کے حوض کی مانند دیکھا تو اُس میں سے گزرنے کے لیے اُس نے اپنے پائینچے اُٹھا لیے۔ سلیمانؑ نے کہا یہ شیشے کا چکنا فرش ہے۔ اس پر وہ پکار اُٹھی: اے میرے ربّ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا، اور اب میں نے سلیمانؑ کے ساتھ خود کو اللہ ربّ العالمین کے سپرد کر دیا[۱۶۴]۔........................ [مفہوم آیت ۴۴]

نحوست کا شکار قوم ثمود

اب سورۂ نمل قریش کے سامنے تاریخ کے چوتھے حوالے کو پیش کر رہی ہے۔ حق کو پہچاننے کے باوجود محض اپنی معیشت کی کساد بازاری کے خوف میں گرفتار اور محمد ﷺ اور اُن کے رفقا کے مقابلے میں اپنی سرداری کے فنا ہو جانے کے غم میں قبول حق سے آنکھیں چرانے والے قریش کے سامنے ملکہ سبا کی حق گوئی اور بے خوف وخطر، اپنے سارے اعزازات اور سرداری کے غم کو بالائے طاق رکھ کر ایمان لانے کے تذکرے کے بعد قومِ ثمود کے روّیے کا ذکر ہے کہ اُنھی [ثمود] کی قوم کے ایک فرد کو ہم نے اسی طرح نبوت عطا کی تھی جس طرح آج تمھارے درمیان محمد ﷺ نبوت کا علم لیے کھڑے ہیں۔ قریش کے سردارو، ثمود کے سردار بھی تمھاری ہی مانند بدنصیب نکلے، اپنے درمیان ایمان لانے والوں کے خلاف ایمان کا راستا روک کر کھڑے ہو گئے، یہ کوئی نئی بات نہ

---

۱۶۴ ملکہ سبا اور سلیمانؑ کا یہ وہ قصہ ہے جو قرآن بیان کرتا ہے، اس کے لیے خود ساختہ روایات اور بنی اسرائیلی کہانیاں جو تفسیر کے نام پر پھیلی ہوئی ہیں اُن کا اللہ کے کلام کی تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تھی جب بھی کسی قوم یا گروہ میں آوازہِ حق بلند ہوتا ہے تو قوم لازماً دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ قومِ ثمود کے سرداروں نے بھی، اے قریش کے بد نصیب سردارو، تمھاری طرح ہمارے نبیؑ کو مارنے کی سازش کی، ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور اُن کی پوری نافرمان قوم کو ہلاک کر دیا۔ سورہ نمل میں بیان یہ واقعہ قریش کے زیرک سرداروں کے سامنے ایک سوال رکھ کر خاموشی سے آگے بڑھ جاتا ہے——بولو! اے سردارانِ قریش، تم کیا چاہتے ہو؟ کیا اللہ تمھارے منصوبوں اور سازشوں پر باخبر نہیں ہے؟

اے قریش کے سردارو! اے اہلِ مکہ، مملکتِ سبا کے لوگوں کے ایمان لانے کی سرگزشت کے بعد اب ذرا قومِ ثمود کا واقعہ بھی سنو۔ اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالحؑ کو اس پیغام کے ساتھ بھیجا: لوگو! اللہ کی بندگی کرو۔ تو قوم یکایک دو فریقوں میں تقسیم ہو کر جھگڑنے لگی، اور انکاری کہنے لگے: اے صالح! وہ عذاب تو لا کر دکھاؤ جس کی دھمکی دیتے ہو۔ صالحؑ نے جواب دیا: اے میری قوم کے لوگو، کیوں تم بھلائی سے پہلے بُرائی کے لیے جلدی مچاتے ہو! کیوں اللہ سے مغفرت نہیں طلب کرتے! کہ تم پر رحم کیا جائے؟ اس خیر خواہی کے جواب میں قوم نے اپنے نبی کو جھٹلایا: ہم تو بستی میں یہ اختلاف و فساد سب تمھاری اور تمھارے ساتھیوں کی نحوست جانتے ہیں۔ صالحؑ نے کہا: تمھاری نحوست، تمھارا نصیبہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے۔ ....
....[مفہوم آیات ۴۵تا۴۷]

اُس شہر میں [صالحؑ کی بستی میں] نو خاندان تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے اور اصلاح نہ کرتے تھے۔ انھوں نے آپس میں اللہ کی قسم کھا کر قول و قرار کیا کہ ہم صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے اہل کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے، ہم بالکل سچے ہیں۔ پس اُنھوں نے اس بات پر ایکا کر لیا۔ یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے اِن جھٹلانے والوں کو ہلاک کرنے کے لیے چلی اور انھیں کوئی خبر نہ تھی۔ تو دیکھ لو کہ ان کی چال کا کیسا برا انجام ہوا۔ ہم نے اُن کو اور ان کی پوری قوم کو ہلاک کر دیا؛ اُس ظلم کی پاداش میں جو وہ اپنی جانوں پر ڈھاتے تھے۔ آج اُن کے گھر ویران ہیں، خالی پڑے ہوئے ہیں۔ صاحبانِ علم و دانش کے لیے اس سرگزشت میں بڑا سامانِ سبق و عبرت ہے۔ اور ہم نے اُن لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے تھے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے پرہیزگاری کی زندگی گزارتے تھے۔ ....[مفہوم آیات ۴۸تا۵۳]

قومِ لوط کی ہم جنس پرستی

قرآن مجید اب اپنے مخاطبین کے سامنے تاریخ کے پانچویں حوالے کو پیش کر رہا ہے۔ قوموں میں بد

اعمالیاں اُس وقت تک فروغ نہیں پاتیں جب تک وہ آخرت کا خوف نہ ضایع کر دیں، جب تک ایک الٰہ العالمین اور مالک یوم الدین کی سزا اور جزا کا تصور ذہنوں میں ماند نہ پڑ جائے، اور اس سب کے نتیجے میں قوم شرک میں مبتلا ہو جائے، شرک ہی وہ جرم ہے جس کے سبب قوموں پر عذاب آئے۔[قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ (سُوْرَةُ الروم ۳۰:۴۲،) : اے نبی، ان سے کہیے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ پہلی گزری ہوئی برباد قوموں کا کیا انجام ہو چکا ہے، ان میں اکثر مشرک ہی تھے]:

ہم پورے کلام مجید میں رسولوں کے تذکروں میں دیکھتے ہیں کہ ایک کے بعد ایک رسول آتا ہے، ایک ہی کش مکش ہے، اور سب کی مبارک زبانوں سے ایک ہی صدا بلند ہوتی [۱۶۵] ہے: يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ [سُوْرَةُ الْاَعْرَاف ۷:۵۹]، رسولوں کے اِن تذکروں میں یہ تذکرہ بڑا منفرد ہے جس میں لوط علیہ السلام اپنی قوم کو ہم جنسی جیسی بے حیائی پر تنبیہ کرتے ہیں، دراصل وہ اس بے حیائی کے اصل منبع، شرک اور انکارِ آخرت پر ہی ضرب لگا رہے تھے، یہاں اس منبع کا مظہر یہ ہم جنس پرستی تھی، جس طرح قریش کے ہاں بت پرستی اُس کا مظہر تھی۔ قومِ لوط پر عذاب کا اصل سبب یہ نہیں تھا کہ اللہ کو ماننے اور توحید کا علم اُٹھانے کے باوجود ہم جنسی کی بے حیائی میں مبتلا تھے، اُن کا اصل جرم شرک تھا، آخرت سے بے پرواہ ہو کر شرک میں مبتلا ہو کر ہی وہ بے حیائی اور بداعمالیوں کی 'معراج' کو پہنچ پائے تھے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی شرک کی بنا پر ماری گئیں نہ کہ بے حیائی کی بنا پر! یہ نبی کی عصمت سے بعید ہے کہ اُس کی بیوی بدکار یا بے حیا ہو لیکن بیوی، باپ، بیٹا، چچا، دوست وغیرہ جو نبی کے حقیقتاً قریب

۱۶۵ سید قطبؒ عقیدے کی دعوت اور کش مکش کے بارے میں لکھتے ہیں: "اس حقیقتِ قرآن پر بھی داعیانِ حق کو، ہر دور اور ہر ملک کے داعیانِ حق کو گہری نگاہ سے غور و تامل کرنا چاہیے۔ اہلِ ایمان اور ان کے حریفوں کے درمیان جو جنگ برپا ہے یہ در حقیقت عقیدہ و فکر کی جنگ ہے، اس کے سوا اس جنگ کی اور کوئی حیثیت قطعاً نہیں ہے۔ ان مخالفین کو مومنین کے صرف ایمان سے عداوت ہے اور ان کی تمام برافروختگی اور غیظ و غضب کا سبب وہ عقیدہ ہے جسے مومنین نے حرزِ جاں بنا رکھا ہے۔ یہ کوئی سیاسی جنگ ہرگز نہیں ہے، نہ یہ اقتصادی یا نسلی معرکہ آرائی ہے۔ اگر اس نوعیت کا کوئی جھگڑا ہوتا تو اسے بآسانی چکایا جاسکتا تھا اور اس کی مشکلات پر قابو پایا جاسکتا تھا لیکن یہ تو اپنے جوہر و روح کے لحاظ سے خالصتاً ایک فکری جنگ ہے۔ یہاں امر متنازع فیہ یہ ہے کہ کفر رہے گا یا ایمان، جاہلیت کا چلن ہو گا یا اسلام کی حکومت" [سید قطب، جادہ و منزل]

ہوتے ہیں اور دنیاوی معاملات میں اُس کے ہم درد بھی، انتہائی اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے مالک ہوتے ہیں، کیوں کہ بدکاروں، بد دیانتوں اور بے حیاؤں سے کسی مومن کی دوستی اور قربت نہیں ہو سکتی۔ ابو لہب اپنے کردار میں بھی خراب تھا اور دین کا دشمن بھی تھا اِس کے برخلاف، باوجودیکہ عقیدے کا اختلاف تھا مگر جناب ابو طالب کے ساتھ دنیاوی دائرے میں ہم دردی کا تعلق رہا، اِسی طور حکیم بن حزام سے باوجود طویل عرصے ایمان نہ لانے[۱۶۶] کے دوستی اور ایک دوسرے کے لیے ہم دردی کا رشتہ رہا۔

یہاں قرآن ایک بات اور ظاہر کر رہا ہے کہ شرک ایسی بُری بلا ہے کہ نبی کی شفاعت تو کجا اُس کی رشتہ داری بھی کام نہیں آتی، لوط علیہ السلام اپنی بیوی کو نہیں بچا سکے، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کو اور ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو؛ اور غلطی سے اپنے مشرک باپ کی مغفرت کی دعا مانگ لی تو اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا جس پر ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے معذرت کی۔ اب آپ اگلی آیات کا مفہوم و مدعا مطالعہ فرمایئے:

> فرعون، قومِ سبا اور قوم ثمود کی سر گزشت کے بعد اب لوطؑ کی سر گزشت سنو، اور لوطؑ کو بھی ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیسی خرابی ہے تم پر، کھلی آنکھوں کے ساتھ اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو! کیا تمھارا یہی چلن ہے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہو! درحقیقت تم نرے جاہل ہو۔ اس تنبیہ پر اُس کی قوم نے اس کے سوا کچھ نہ کہا: نکالو بستی سے، لوطؑ کو اور اُس کے گھرانے کو، بڑے پاک باز بنتے ہیں! .... [مفہوم آیات ۵۴ تا ۵۶]
>
> لوطؑ اور اُن کی قوم کے درمیان یہ کش مکش جاری رہی، انجامِ کار ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے اُس کی بیوی کے، اُس کو ہم نے پیچھے رہ جانے والوں میں شمار کر رکھا تھا، اور برسائی اُن لوگوں پر ایک پتھروں کی ہول ناک بارش، پس کیا ہی بُری وہ بارش تھی اُن لوگوں پر جن کو ہمارے نبیؐ نے آگاہ کر دیا تھا، مگر نہ مانتے تھے! اے نبیؐ! کہہ دیجیے کہ ساری تعریف اور شکر یے اللہ ہی کو زیبا ہیں اور سلامتی و رحمت ہے اُس کے اُن بندوں پر جن کو اُس نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے برگزیدہ کیا[۱۶۷]۔ اے نبیؐ اپنی دعوت کے اِن انکاریوں سے پُوچھیے: اللہ

---

۱۶۶ ہجرتِ مدینہ کے طویل عرصے بعد ایمان لائے۔

۱۶۷ قومِ لوط کو محض ہم جنسی کی سزا نہیں ملی بلکہ شرک اُن کا اصل مرض تھا۔ پتھروں کی ہول ناک بارش کے تذکرے کے معاً فوراً بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ: اے نبیؐ اپنی دعوت کے اِن انکاریوں سے پُوچھیے: اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں؟ اس بات کی شہادت ہے کہ مغبوضوں کا

شرک کی تغلیظ پر دعوتِ غور و فکر

دعوتِ حق کو مان کر نہ دینے والے قریشِ مکہ کے سامنے تاریخ سے یہ پانچ واقعات پیش کرنے کے بعد، سورہِ نمل یہاں پہنچ کر ایک نئے انداز سے دعوت کے موضوع کو چھیڑتی ہے، یہاں پر ۱۹واں پارہ اور ساتھ ہی سورہ کا پہلا خطبہ بھی ختم ہو رہا ہے، دوسرا خطبہ دعوتِ توحید پر اور توحید کے استدلال پر ایک معرکۃ الآرا چیز ہے، یہ خطبہ لفظ اَمَّنْ [کون ہے] کے ساتھ بیسویں پارے کو شروع کرتا ہے، پارے کا نام بھی قاعدے کے مطابق اُس کے پہلے الفاظ پر اَمَّنْ خَلَقَ قرار پاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ لفظ اَمَّنْ کو پانچ مرتبہ دہرا کر ہر مرتبہ اپنی تخلیق اور الوہیت کی مختلف شانیں گنوا کر ایک ہی سوال کرتے ہیں ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کیا اللہ کے ساتھ [اِن کاموں کے کرنے میں] کوئی اور بھی شریک ہے؟:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

لفظ اَمَّنْ کی تکرار سماعت میں ایک لطیف صوتی آہنگ پیدا کرتی ہے۔ جو کانوں کو متوجہ کرتی، روح کو بالیدگی عطا کرتی، قلبِ سلیم رکھنے والے انسان کے دل و دماغ میں اُتر جاتی ہے۔ اَمَّنْ، اَمَّنْ، اَمَّنْ.... کون ہے؟، کون ہے؟، کون ہے؟، کون ہے؟ اللہ کے سوا کون ہے؟ سارے انسانوں کو پکارتی اُس کے رب کی صدا شرک کے ہر مظہر کو چیلنج کرتی، اللہ کی اُلوہیت کو ثابت کرتی، کائنات میں گونجتی ہے۔ مفہوم کا مطالعہ کرنے سے قبل اِن پانچوں امور کا استحضار فرمالیجیے:

اصل مرض شرک تھا۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ .... ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ ....ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ....ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ.............ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ ....ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ.............ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾

لوگو! بھلاوہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی سے وہ خوش منظر باغ اگائے؟ تمھارے بس میں نہ تھا ان باغوں کے درختوں کا اُگانا! غور کرو! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی ان کاموں میں شریک ہے، جو لایق عبادت ہے؟ نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ مشرک لوگ راہِ راست سے منحرف ہیں۔ ....[مفہوم آیت ۶۰]

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ ....ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا تمھارے یہ پتھر کے بت شکریے کے سزاوار ہیں یا وہ جس نے زمین کو ٹھکانا بنایا اور اس کے اندر دریا بہائے اور اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں اور دو سمندروں کے درمیان پردہ ڈال دیا؟ سوچو! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی ان کاموں میں شریک ہے، جو لایق عبادت ہے؟ نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ مشرک لوگ جانتے نہیں! [مفہوم آیت ۶۱]

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ....ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

کیا یہ تمھارے خود ساختہ مشکل کشا، حاجت روا اور بندہ پرور مصیبت میں پکارے جانے کے مستحق ہیں یا وہ جو بے قرار کی دُعا سُنتا ہے جب بھی اور جہاں سے بھی وہ اُسے پکارے اور کون اس کے دکھ کو دور کرتا ہے؟ اور کون ہے جس نے تم کو زمین کی وراثت عطا کی ہے؟ غور کرو! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی ان کاموں میں شریک ہے، جو لایق عبادت ہے؟ تم لوگ کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو!.....................................[مفہوم آیت ۶۲]

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ............ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا تمھارے یہ دیوی دیوتا لایق I پرستش ہیں یا وہ جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور جو

ہواؤں کو رحمت بھری بارش کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے؟ ٹھنڈے دل سے سوچو! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی اِن کاموں میں شریک ہے، جو لایق عبادت ہے؟ بہت ہی بالا و برتر ہے اللہ اُن چیزوں اور ہستیوں سے جن کو یہ اللہ کا ہم سر ٹھہراتے ہیں۔..............................[مفہوم آیت ۶۳]

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ ... ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کیا تمھارے من گھڑت شفاعت کرنے والے لایق بندگی ہیں یا وہ جس نے تخلیق کی ابتدا کی اور پھر اس کا اعادہ کرے گا؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ غور کرو! کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور ہستی بھی اِن کاموں میں شریک ہے، جو لایق عبادت ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔ ....[مفہوم آیت ۶۴]

ساری دنیا کے شعر و ادب کا خزانہ قربان ہو جائے، گرتی آبشار کی مانند اس پر جوش اور سحر آگیں کلام سے قلبِ سلیم کے حامل انسانوں کی روحیں وجد میں آتی ہیں، خالقِ کائنات [جو روزِ ازل پہلے ہی عہد لے چکا تھا کہ صرف اُسی کی بندگی کریں گے] کی بارگاہ میں ہر مرتبہ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کے جواب میں وہ جھک جھک کر اور لہک لہک کر کہتی ہیں، اے اللہ ہاں تو ہی ہے، اور تیرے سوا کون ہے۔ وہ مالک الملک بادشاہوں کا بادشاہ فرماتا ہے: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

اِن سے کہہ دو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں خواہ ولی ہوں یا نبی کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ گزرے ہوئے لوگ جن سے تم دعائیں مانگتے ہو، وہ تو یہ تک نہیں جانتے کہ اپنے مقبروں سے کب اُٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے تو اِن کا علم الجھاؤ [confusion] کا شکار ہے، بلکہ یہ اس کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ یہ اُس سے اندھے ہیں۔ ....[مفہوم آیات ۶۵ تا ۶۶]

افسوس اللہ کے ساتھ سارے قول و قرار کے بعد سردارانِ قریش کی روحوں کا وجد اور دلوں کا کیا اقرار نفس کے کِبر کا شیطان اُچک لیتا ہے۔ مالک جیسا کہ بڑا ہے، اللہ اکبر، اپنے ظرف کی بڑائی کے مطابق اتمامِ حجت کو جاری رکھتا ہے روح الامینؑ مزید سناتے رہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ بغیر کسی ناراضگی، تھکن اور اُکتاہٹ کے حکمت کے ساتھ نصیحت اور تلاوتِ آیات کرتے رہتے ہیں۔ وہ اسی لیے تو مبعوث کیے گئے تھے۔ آگے

سنیں، وہ کیا کہہ رہے ہیں، وہ کیا سُنا رہے ہیں!

اہلِ مکہ کا اصل مرض، انکارِ آخرت

اللہ تبارک و تعالیٰ فرما رہے ہیں، جبریل امین اللہ کا پیغام نبی کریم ﷺ کے سینے پر لے کر نازل ہو رہے ہیں اور نبی ﷺ ساری دنیا کو سُنا رہے ہیں: سب کچھ سن کر بھی بہرے بن جانے والو تمھارا مسئلہ یہ ہے کہ تمھیں مرے پیچھے دوبارہ اُٹھائے جانے کا یقین ہی نہیں ہے۔

کافر یہ کہتے ہیں: کیا جب ہم مٹی ہو چکے ہوں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا ہم دوبارہ زمین سے زندہ برآمد کیے جائیں گے؟ یہ دھمکی، جو ہم کو دی جا رہی ہے، پہلے ہمارے آبا و اجداد کو بھی بہت دی جاتی رہی ہے، یہ تو محض افسانے ہی افسانے ہیں جو زمانہ قدیم سے سُنتے چلے آ رہے ہیں۔ اے نبیؐ! اِن سے کہیے ذرا زمین میں چلو پھرو اور اجڑی بربادبستیوں کے آثار دیکھو کہ تم جیسے انکاری مجرموں کا کیا انجام ہوا ہے۔..........[مفہوم آیات ۶۷ تا ۶۹]

اہلِ مکہ پر اتمامِ حجت

آپ غور فرمایئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے مخاطبین کو تاریخ کے حوالوں سے سبق سکھایا اور عبرت دلائی پھر کائنات کی تخلیق سے شواہد اُٹھائے اور دریافت کیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور اِلٰہ کون ہے؟ لایق عبادت کون ہے؟ اس ساری گفتگو سے قبولِ حق کی صلاحیت اور ضمیر کی زندگی کا سامان مہیا کیا۔ اللہ کی وحدانیت کے ناقابلِ تردید شواہد مہیا کیے مگر یہ مخاطبین، یہ سردارانِ قریش تو سُنتے ہی نہیں، یہ تو مُردوں کی مانند ہیں، لہٰذا ایک نبی کا کام اور ایک مومن کا کام یہ ہے کہ مایوس ہوئے بغیر دعوت دیے چلا جائے، وہ عرش پر مستوی عزیز و حکیم، اللہ جب چاہے گا دلوں کو پھیر دے گا اور اپنے کلمے کو بلند فرما دے گا۔

اے نبیؐ! بات کے نہ ماننے والوں اور مخالفت میں پیش پیش اِن لوگوں کے حال پر غم نہ کرو، اور نہ ہی اِن کی چالوں پر فکر مند ہو، کافر پوچھتے ہیں کہ: یہ قیامت کی دھمکی کب ظہور پذیر ہو گی اگر تم سچے ہو؟ کہو ممکن ہے کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی مچائے ہوئے ہو اس کا ایک حصہ تمھارے پیچھے ہی آ لگا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا پروردگار تو انسانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔ بلاشُبہ تمھارا رب خوب جانتا ہے جو باتیں اور ارادے ان کے سینے چھُپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی

نہیں ہے جو ایک واضح رجسٹر میں درج نہ ہو۔..............................[مفہوم آیات ۷۰ تا ۷۵]

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر بھی اُن بہت سی باتوں کی حقیقت کھول رہا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں اور یہ ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔ یقیناً اِسی طرح تیرا رب اپنے حکم سے اِن لوگوں [بنی اسماعیلیوں] کے درمیان بھی فیصلہ کر دے گا اور وہ غالب اور علم والا ہے۔ پس اے نبیؐ، اللہ پر بھروسہ رکھو، یقیناً تم بالکل، صاف حق پر ہو۔..............................[مفہوم آیات ۷۶ تا ۷۹]

مُردے نہیں سنتے، تم مُردوں [۱۶۸] کو نہیں سُنا سکتے [۱۶۹]، نہ ہی اُن بہروں کو اپنی آواز اور پیغام سُنا سکتے ہو جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں، اور نہ تم اندھوں کو راستا بتا کر، گمراہی سے ہٹا کے، راہ پر لا سکتے ہو۔ تم تو بس اُن ہی کو سُنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں پس صرف وہی فرماں بردار

بنیں گے۔ اور جب ان پر ہماری بات پُوری ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے کوئی جانور نکالیں [۱۷۰] گے جو ان کو بتائے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ ....[مفہوم آیات ۸۰ تا ۸۲]

قیامت کا منظر

سورہ اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، مالک نے طرح طرح سے سمجھایا ہے کہ شاید لوگ سمجھنے کی کوشش کریں

---

۱۶۸ یہ اصول اور کلیہ ہے کہ مُردے نہیں سنتے، اور مشرکین کے اس دعوے کی نفی ہے کہ بتوں کی شکل میں انبیاء، صلحا اور اولیا کی جو مورتیں یا اُن کی اصلی یا تمثیلی قبروں پر پکارنے سے سن لیتے ہیں۔ اسی طرح اس دعوے کی بھی نفی ہے کہ مورتیوں کے توسط سے وہ جن کی پتھر پر یہ شکلیں ہیں یا منوں مٹی کے نیچے صاحبانِ قبر جو مدفون ہیں، سن لیتے ہیں۔

۱۶۹ یہ سردارانِ قریش، مُردوں کی مانند ہیں، بہروں اور اندھوں کی مانند ہیں؛ نہ ان کو ہدایت کی بات سنائی جا سکتی ہے اور نہ ہی راہِ ہدایت دکھائی جا سکتی ہے، یہ اس لیے کہ خود یہ سننے پر تیار نہیں، منہ پھیر کر بھاگ رہے ہیں، ان کے مفادات، ان کی سرداریاں اور چودھراہٹیں اور اقتدار خطرے میں ہے۔

۱۷۰ مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ہم ان کے لیے زمین کے جانوروں میں سے ایک جانور نکالیں گے جو آسمان کے جانوروں میں سے نہیں ہو گا"؛ یہ وہ مشہور جانور ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہو گا اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ اس بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس جانور کی کیفیت اور اس کی نوع ذکر نہیں فرمائی ہے۔ واللہ اعلم

اور ساتھ ہی مومنین کو یہ بھی بتایا ہے کہ اِن کے نہ سننے اور سمجھنے پر زیادہ نہ کُڑھو، یہ تو لکڑی کے بے جان کندوں کی مانند ہیں جو کچھ نہیں سن سکتے۔

اب آخر میں قیامت کا منظر بیان ہو رہا ہے، اگر دل میں کچھ بھی سوز اور ضمیر میں کچھ بھی زندگی کی رمق باقی ہے تو دلیل کی قوت کو قیامت کا خوف شاید کچھ مزید طاقت بہم پہنچائے، شاید کہ ایمان کی قبولیت کی توفیق نصیب ہو! اور اہلِ ایمان کو مزید جلا ملے۔

وہ دن، جب ہم ہر اُمّت میں سے اُن لوگوں کی ایک فوج اکٹھی کریں گے جو ہماری نشانیوں کو جھٹلاتے اور آیات کو نہ مانتے تھے، بس پھر اِن افواج کی، اِن کے کرتوتوں کے لحاظ سے درجہ بندی کی جائے گی؛ یہاں تک کہ جب سارے عالم کی ہر دور کے کفار کی ساری افواج جمع ہو جائیں گے تو اللہ اِن سے دریافت کرے گا: کیوں تم نے میری آیات کو جھُٹلایا حالاں کہ تمھاری عقل نے پورے طور پر اُن کو سمجھا بھی نہ تھا[۱۷۱]؟ اگر ایسا نہیں تھا تو آخر تم کس شغل میں مصروف تھے؟؟.. [مفہوم آیات ۸۳ تا ۸۴]

اور ان کے ظلم [شرک، انکار و منکرات، زیادتیاں اور کبر وطغیان] کی وجہ سے اُن پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جائے گا، وہ اپنی مدافعت میں کچھ بھی نہ بول سکیں گے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا تھا کہ ہم نے رات اُن کے آرام و سکون حاصل کرنے کے لیے بنائی تھی اور دن کو روشن کیا تھا کاروبارِ زندگی کے لیے؟ صرف اسی ایک روز مرّہ کے مشاہدے کی بات میں بڑی نشانیاں تھیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لانا چاہیں۔.............. [مفہوم آیات ۸۵ تا ۸۶]

اور خیال کرو اُس روز کا کہ جب صُور پھُونکا جائے گا تو وہ سارے ہی جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، سب انتہائی گھبراہٹ کا شکار ہو جائیں گے! سوائے اُن کے جنھیں اللہ بچانا چاہے گا، پھر سب ڈرتے کانپتے، دبے دبائے اس کے آگے حاضر ہوں گے۔ آج تم پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتے ہو کہ خوب جمے ہوئے ہیں، مگر اُس روز یہ اُڑتے بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے، یہ اُس اللہ کی کاری گری ہو گی جس نے ہر چیز کو ڈیزائن کیا اور تخلیق کیا ہے۔ وہ اُن کاموں سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو نیکیاں لے کر آئے گا، اُن کے لیے نیکیوں کی مقدار اور اُن کے حق سے زیادہ بہتر صلہ ہو گا اور ایسے لوگ اُس دن کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔.......... [مفہوم آیات ۸۷ تا ۸۹]

---

۱۷۱ ایسا نہیں تھا اللہ کی آیات مشکل ہونے کی بنا پر سمجھ نہ آئیں، بلکہ اس لیے کہ تم اللہ کی آیات سے منہ پھیر کر بگٹٹ بھاگ رہے تھے، نہ اُن پر غور کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی تمھاری شب و روز کی مستیوں، تمھارے مفادات اور دنیاوی مصروفیات نے تم کو اس قابل چھوڑا تھا کہ تم اللہ کی آیات پر غور و فکر کرتے اور سمجھنا چاہتے۔

اور جو بُرائی لیے ہوئے آئیں گے، سیدھے، اوندھے منہ نارِ جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ کیا تم لوگ جیسا کرتے رہے، اس کے بدلے اس کے سوا کوئی اور جزا پا سکتے ہو؟

سورۃ کے اختتام پر دعوت کا خلاصہ

اب سورہ اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے، ساری دعوت کا خلاصہ دلوں کو کھینچ لینے والے انداز میں آسمان سے زمین والوں کے لیے اُتر رہا ہے، کوئی ہے جو سنے اور لبیک کہے!

اس چند سطری اختتامی کلام کو تدبر کے ساتھ پڑھیے، جہاں جذبات کی بالیدگی کا سامان ہے، ایک اللہ پر اعتماد کا اظہار ہے اور بندے سے خالق پر اعتماد اور وفاداری کا مطالبہ بھی ہے وہیں کش مکش کے میدان میں نبرد آزما بندے سے مخالفین کے روّیے سے بے پروائی کا اعلان بھی ہے؛ کہا جا رہا ہے تمھیں جو کرنا ہے کرو، مجھے تو بس فرماں برداری ہی زیب دیتی ہے۔ یہ بات اتمامِ حجت کو بھی ظاہر کرتی ہے، ساتھ ہی غلبہ حق کی پیشن گوئی اور خوش خبری بھی ہے: وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا............﴿٩٣﴾ اور کہہ دو کہ سارے شکر یے اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، بہت جلد وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور تم انھیں پہچان جاؤ گے۔ اِسی چھٹے سال کے آغاز میں جب سال کی پہلی تنزیل، سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ نازل ہوئی تھی اُس وقت بھی کچھ ایسی ہی بات اللہ تعالیٰ نے قریش سے فرمائی تھی: سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ............﴿٥٣﴾ اے محمدؐ جلد ہی ہم تمھارے مخاطبین کو زمانے کے اُلٹ پھیر میں اور خود ان کے اپنے نفس میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ یہ قرآن بالکل حق ہے [٦٨: سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ، ٤٦] وہاں یہ بات سمجھائی اور بتائی جا رہی تھی کہ خود تمھارے سلیم الفطرت نفوس میں تبدیل آئے گی اور وہ اس توحیدی دین میں داخل ہو جائیں گے جس کی آج مخالفت زور شور سے ہو رہی ہے۔ یہاں سال کے تقریباً اختتام پر اتمامِ حجت کے کافی اظہار کے بعد اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جلد آنے والے دنوں میں کفار اس دعوت کے اور قرآن کے حق ہونے کی ایسی واضح نشانیاں دیکھ لیں گے کہ جس کے بعد وہ خود ایمان قبول کر لیں گے۔ آنے والے قریب کے دنوں میں شق القمر، معراج اور پھر مزید کچھ دنوں بعد میدانِ بدر میں مخالف کیمپ کی پوری صفِ اول کا صفایا ہو جانا، ایسی نشانیاں تھیں کہ نبی ﷺ کے پیش کردہ پیغام کے حق ہونے کی دلیلیں سر کی آنکھوں نے دیکھ لیں اور کفار کے دل اندر سے

پگھل گئے، عمرؓو بن العاص اور خالدؓ بن ولید خود مدینے چل کر گئے اور اسلام لے آئے۔

اے محمدؐ، اِن سے کہیے: مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ اِس شہرِ مکہ کے رب کی بندگی کروں جس نے اِس کو محترم قرار دیا ہے اور جسے ہر چیز کا اختیار ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں بردار بن کر رہوں اور قرآن سُناؤں۔ اب جو ہدایت اختیار کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرے گا۔ اور جو گم راہ ہو، اُس سے کہہ دو کہ میں تو بس آگاہ کر دینے والا ہوں۔ اور کہہ دو کہ سارے شکریے اور ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، بہت جلد وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور تم انھیں پہچان جاؤ گے، یاد رکھو! جو بھی اعمال تم لوگ کرتے ہو، اُن سے تمھارا رب بے خبر نہیں ہے۔ [مفہوم آیات ۹۰ تا ۹۳]

☆☆☆☆☆